

تذكرة حسان الہند - ایک کامیاب کوشش

علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب (امریکا)

حسان الہند مولانا غلام علی آزاد علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک سرسری جائزہ میرے پیش نگاہ ہے۔ ویسے تو آپ کی گرانقدر خدمات پر کئی جلدیں بھی لکھی جاتیں، جب بھی ہم یہی کہتے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، تاہم حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی نے نہایت ہی سلیقہ مندی، ربط باہم اور اختصار غیر مخل کے ساتھ، جو کچھ بھی تحریر کیا ہے، وہ بلاشبہ عام قارئین کو حسان الہند کی شخصیت سے متعارف کرنے کی ایک کامیاب کوشش ضرور ہے۔

حسان الہند مولانا غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ خوش فکر شاعر بھی ہیں ۔۔۔۔۔ منصف مزاج ناقد بھی ۔۔۔۔۔ بے نظر محقق بھی ہیں ۔۔۔۔۔ تاریخی حقائق و معلومات کے امین بھی ۔۔۔۔۔ علم و فن کی جلالت و جبروت کے پاسبان بھی ۔۔۔۔۔ ذی ہوش مفکر بھی ہیں اور انقلابی ذہنیت کے مالک بھی، بلکہ یوں کہیے کہ جس میدان میں قدم رکھ دیا ہے، اسے عروج و بلندی سے ہمکنار کر دیا ہے۔

میں نے شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے آپ کی شخصیت پر پی اچ ڈی کیا ہے، اس لیے پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حسان الہند علیہ الرحمہ کی شخصیت خشک

تذكرة حسان الہند

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ

مؤلف: ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

حسان الہند علامہ سید میر غلام علی آزاد بلگرامی

کشورِ ہندوستان میں اسلام و ایمان، علم و فضل اور شعروادب کی ترویج و بقا میں صوبہ اتر پردیش بڑا ہی زرخیز واقع ہوا ہے۔ اس صوبے کی علمی خدمات اظہر من اشنس ہیں۔ یہاں سے علوم و فنون کی وہ ندیاں رووال دوال ہوئیں کہ گلشنِ معرفت و روحانیت آج تک سر بزرو شاداب ہے، اس خطے کو شیرازِ ہند بھی کہا جاتا ہے۔ ریاست اتر پردیش کے مختلف اضلاع اور شہروں میں بڑے بڑے علماء صلحاء، فقہاء و صوفیہ اور مشائخ عظام نے اپنا مسکن بنایا تکیہ باطن اور اصلاح و تذکیر کے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ جون پور، لکھنؤ، اللہ آباد، چریا کوٹ، کاکوری، سندھیلہ، موہان، خیر آباد، بریلی، مبارک پور، کچھوچھہ، لاہور پور، بلگرام وغیرہ نہ جانے ایسے کتنے شہر ہیں جہاں علوم و فنون میں یگانہ، درس و تدریس میں مشاق، شعروادب میں ممتاز اور تصنیف و تالیف میں منفرد ہستیاں جلوہ گر ہوئیں اور ان کی علمی یادگاریں آج بھی اہل علم و دانش اور شنگانِ علم و فن کو سیراب کر رہی ہیں۔

بلگرام اسی ریاست کے ضلع ہردوئی کی بہ ظاہر ایک چھوٹی سی بستی کا نام ہے۔ مگر اس کی شہرت اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بستی دینی و علمی، روحانی و عرفانی، شعری و ادبی اور جغرافیائی لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ بادشاہِ مسیح الدین امش کے دور حکومت میں مسلمانوں کے قدم اس سر زمین پر پہنچے اور یہاں اسلامی شان و شوکت اور تہذیب و تدن کا چرچا ہوا۔ ساتویں صدی ہجری میں یہاں قدم رنجہ فرمانے والے مسلمانوں میں ساداتِ زیدیہ کا بھی ایک خاندان تھا۔ جس میں جید علام، اولیاء، صوفیہ، شعرا، ادباء، حکماء اور فقہاء گزرے ہیں۔ جنہوں نے بلگرام شریف کی سر زمین کو ایسا نقش عطا کیا کہ یہ اسلامی علوم و فنون کا گنجینہ، تذکیرہ نفس و طہارت قلبی کا

ادیب کی نہ تھی، بلکہ علم و ادب کا سارا سرمایہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اب پہی دیکھیے کہ فقدانِ سرمایہ کے باوجود، جذبہ الفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں بلگرام سے پاپیادہ مدینہ منورہ کے لیے نکل پڑے۔ مجھے کہنے دیجیے کہ عقل و شعور پر جب کسی کی محبت والفت پوری طرح حاوی ہو جاتی ہے، تو نہ اس باب کے فقدان کا شکوہ زیر لب ہوتا ہے، اور نہ ہی موانع کے جانشیں حالات کی علیحدگی کا احساس، بلکہ توجہ صرف اپنے محبوب پر ہوتی ہے اور زبان حال سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں کہ ۔

بے خطر کو د پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے مو تماشائے لب بام ابھی
اس کتاب پچہ کی تالیف و اشاعت پر میں ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کو قلب کی گھرائیوں کے ساتھ مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا نے قادر و قیوم انہیں اجز عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر غلام زرقانی، ہیو سٹن امریکہ

۳۰ جون ۲۰۱۳ء بروز پیغمبر

مرکز، شعرو ادب اور علم و فن کا گوارہ بن گئی۔

فاتح بلگرام حضرت سید محمد صغرا نور اللہ مرقدہ (م ۷۲۷ھ) نے اس شہر کو فتح کیا اور یہیں فروش ہو گئے۔ بلگرام کی فتح، اس کے تاریخی پس منظر، جغرافیائی ملک و قوع اور بلگرام کی وجہ تمییز کو سمجھنے کے لیے اس مقام پر ساختیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ مشہور ادیب و شاعر شرف ملت حضرت سید محمد اشرف میان قادری برکاتی (اکم تکیس کمشنر، بیلی) کی عبارت ذیل کو پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ موصوف اپنی کتاب ”یادِ حسن“ میں رقم طراز ہیں :

”بلگرام ہندوستان کے صوبہ اودھ کا مشہور و معروف مردم خیز قصبہ ہے۔ آج کل ہر دوئی کے توالع میں ہے۔ اس کا طول البلد ایک سو سولہ درجے اور پندرہ دقیقے اور عرض البلد چھیس درجے پچپن دقیقے، سمت قبلہ پچپن دقیقے، مغرب سے شمال کی جانب مسافت بلگرام اور مکہ مکرمہ کے درمیان پینتیس درجے ترپن دقیقے اور فرسخوں کے اعتبار سے فاصلہ بلگرام اور بلد الحرام کے درمیان سات سو نو اسی فرشت ہے۔ اس کا نام پہلے وہاں کے راجا کے نام پر سری گنرخا۔ حضرت شاہ حمزہ صاحب ”فص الکلمات“ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت تک بھی یہ نام عوام اور ہندوؤں کی زبان پر جاری تھا۔ حضرت جدی صاحب البرکات قدس سرہ نے بھی اپنے ہندی دوہے میں فرمایا ہے ۔

ہم باسے سری گنگر کے، آئے بے سب چھور
مارہرے سے گنگر مول جہاں ساہ نہیں چور
ہم پورب کے پوربیا جات نہ بوجھے کوئے
جات پات سو بوجھیے جو دھر پورب کا ہوئے
ہمارے حضرت جدا علا سید محمد صغرا نے بعد فتح، بلگرام کو مرکز دائرہ اسلام بنانے کے اس کا نام سری گنگر سے بدلتا بلگرام رکھ دیا (فص ماڑ) اور پھر یہی مشہور ہو گیا، یہاں تک کہ اب کوئی سری گنگر نہیں کہتا۔

فقر کہتا ہے شاید اس نام سے موسم اس لیے کیا گیا ہے کہ بعد کے لوگوں کو یہ نام شوکت و قوتِ اسلام کی یاد دلاتا رہے کہ وہ مقام جو ”بیل“ ایسے دیوبیون کا ”گرام“ وجاے قیام تھا۔ آج بفضلہ تعالیٰ و مکملہ و قوتہ جل جلالہ نہ ہست کرہ شعاہِ اسلام ہے۔ اس لیے کہ یہ نام مرکب ہے ولفاظوں سے ایک بیل، دوسرا گرام بہ معنی مقام و شہر و آبادی..... اور بیل ایک دیوبیون کا نام تھا جسے اس زمانے کے جوگی اور ساحر جو بلگرام میں بہت رہتے تھے، کوہستان کشمیر سے پوچا پاٹ اور جادو سیکھنے کے ذریعے سے تنخیر کر کے اپنی مدد اور اعانت کے لیے یہاں لائے اور اسے یہاں رکھا تھا۔ یہ شیطان لعین ایسا زبردست تھا کہ دور دور تک اپنے مخالف کو نہ رہنے دیتا اور سوائے اپنی پوچا کے کسی کی پوچانہ ہونے دیتا۔ اگر کوئی اسے نہ پوچتا تو اسے آزار و اذیت پہنچاتا۔ حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی قدس سرہ نے حضرت سید محمد صغرا کے بلگرام فتح کرنے سے چند سال پہلے اپنی قوت باطنی اور زور و روحانی سے بخوبی و قوتِ الہی اس دیوبیون کو خاک کر دیا۔ جب یہ خبر راجا بلگرام کو پہنچی، اس نے چاہا کہ حضرت خواجہ پر فوج کشی کرے۔ اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ ہم نے اپنی پوچھیوں میں دیکھا ہے کہ ایک زمانہ میں اس سر زمین پر مسلمان چھا جائیں گے اور جوان سے مقابلہ کرے گا وہ بجزالت و ناکامی اور کچھ نتیجہ نہ پائے گا۔ لہذا ان درویش سے تعرض کرنا نہ چاہیے جو ایسے زبردست ہیں کہ جس بیل دیوبیون کے بل بوتے پر ہم کو دتے تھے، اسے انہوں نے ایک دم میں نابود کر دیا۔ تیری کیا طاقت ہے جوان سے مقابلہ کر سکے گا۔ آخر راجانے فوج کشی سے بازاً کر ایک جوگی کو جو سحر ساحری میں طاق تھا، حضرت کے مقابلہ میں بھیجا۔ حضرت کے سامنے اس نے کچھ سحر کے شعبدے دکھائے جنہیں حضرت نے بخوبی و قوتِ الہی دفع کر دیا

قدس سرہ (م ۲۵۷ء) ”امواج الخیال“ میں بلگرام کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں ۔

سبحان اللہ چے بلگرام
کوثر نے آفتاب جائے
خاکش گلِ نوبہار عشق است
آبیش نے بے خمار عشق است
از عشق سرشت ایزو پاک
از روزِ ازل غمیر ایں خاک

حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ کے فرزندِ ارجمند حضرت میر سید محمد شاعر بلگرامی
علیہ الرحمہ بلگرام کی مدحت میں یوں گویا ہیں ۔

سیر باید کرد یاراں ، نوبہار بلگرام
بر زمرد ناز دارد سبزہ زارِ بلگرام
ہر نفس عطرِ گلستانِ یمن بُو می کند
خوش دماغاں از نسمیم مشک بارِ بلگرام
اہل معنی کسبِ انوارِ سعادت می کند
از سوادِ عظیم دولتِ مدارِ بلگرام
یادِ ہندوستان کجا از خاطرِ طویلِ رَوَد
می کند شاعر بجا وصفِ دیارِ بلگرام

علاوه از یہ مجددِ عظیم اعلاء حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۲۱ء)
بلگرام شریف کی مقدس خاک کے لیے یوں اپناند رہنہ خلوص و عقیدت پیش کرتے ہیں ۔

اللہ اللہ! عز و شان و احترامِ بلگرام
عبد واحد کے سبب جنت ہے نامِ بلگرام
روزِ عرس آوارگانِ دشتِ غربت کے لیے
من و سلوی ہیں مگر خبر و ادامِ بلگرام

آخر وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہو کر راجا کے پاس واپس گیا اور اپنے سحر کی بے
اثری اور حضرت کے زورِ باطن اور دینِ اسلام کی بزرگی وقت بیان کر کے
راجا کو دعوتِ اسلام دی۔ اس سے راجا غصہ ہو کر بولا: تو پرانا رفیق ہے ورنہ
میں تجھے مر واڑا تا۔ اس نے کہا تیری کیا طاقت ہے جو مجھے مر واڑا لے۔ میں
نے ایسے برگزیدہ حق کا ہاتھ پکڑا ہے کہ تیرے ایسے ہزاروں اس کے سامنے
خس برابر ہیں۔ اور وہاں سے آکر حضرت خواجہ صاحب سے اس راجا مغروف
کے تعصیٰ کفر کا حال بیان کر کے اس کے قلع قلع کے لیے عرض کیا۔ حضرت
خواجہ صاحب نے فرمایا: اس بیلِ دیوبیں کو مارڈا لانا تو فقیر کے ہاتھ سے مندر
تحا جو واقع ہوا اور اس کافر راجا کا استیصال بھی کچھ دشوار نہیں۔ مگر تقدیرِ الہی یوں
جاری ہو چکا ہے کہ ولایت سے ایک سید مسلمانان اہل عرب کی فوج کے ساتھ
آکر را حق میں جہاد کرے گا اور ان کافروں کو ان کے مقراں صلی جہنم پہنچائے
گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت سید محمد صغرا نے آکر بلگرام شیخ
فرمایا اور اسلام آباد کر دیا (نظم الملائی)۔

جہاں سے بڑے بڑے اکابر اولیاً و علماء و فضلاً و مکالم شیخ سید شاہ بدھ
بلگرامی و حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی، صاحب سیعی سنابل و حضرت طیب و
حضرت سید العارفین شاہ لدھا بلگرامی و علامہ سید عبدالجلیل بلگرامی و حضرت
حسان الہند مولانا غلام علی آزاد اور حضرت علامہ زماں سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی
یعنی، صاحب تاج العروس شرح قاموس وغیرہم اجلہ اکابر نام دار اٹھے، جن کے
فضائل و مکالات علمی و عملی آج بھی چہار دا عگِ عالم میں مشہور و معروف ہیں۔“

بلگرام شریف کی عظمت و رفتہ پر ہر دور کے علماء و فضلا اور دانشوروں نے خارج عقیدت
پیش کیا ہے۔ ساداتِ مارہہ مطہرہ کے مورثِ اعلام مشہور بزرگ حضرت سید میر عبدالجلیل بلگرامی

بن محمود ثانی بن سید حسین بن سید نوح بن سید محمود اول بن سید خداداد بن سید لطف اللہ بن سید سالار بن سید حسین بن سید نصیر بن سید حسین بن سید عمر بن سید محمد صاحب الدعوة الصغرابن سید علی بن سید حسین بن سید ابو الفراح ثانی بن سید ابو الفراس بن سید ابو الفرح وسطی بن سید داود بن سید حسین بن سید علی بن سید زید بن سید علی بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید علی بن سید زید شہید بن امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن سیدنا علی مرتضی زوج دختر رسول فاطمة الزهراء۔

مادری شجرہ نسب: علامہ غلام علی آزاد بن دختر علامہ میر عبدالجلیل بلگرامی بن سید احمد بن سید عبداللطیف بن سید محمود ثانی بن سید حسین بن سید نوح بن سید محمود اول بن سید خداداد بن سید لطف اللہ بن سید سالار بن سید حسین بن سید نصیر بن سید حسین بن سید عمر بن سید محمد صاحب الدعوة الصغرابن سید علی بن سید حسین بن سید ابو الفراح ثانی بن سید ابو الفراس بن سید ابو الفرح وسطی بن سید داود بن سید حسین بن سید علی بن سید زید بن سید علی بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی علی مرتضی زوج دختر رسول فاطمة الزهراء۔ شہید کربلا بن سیدنا علی مرتضی زوج دختر رسول فاطمة الزهراء۔

ولادت باسعادت

حضرت حسان الہند میر سید غلام علی آزاد چشتی وسطی بلگرامی کی ولادت باسعادت صفر المظفر ۱۱۱۲ھ / ۰۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء کے موقع پر اوارکو بلگرام شریف میں فاتح بلگرام حضرت سید محمد صفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقدس خانوادہ میں ہوئی۔ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی کی نشوونما اسی مقدار س دیار میں ہوئی۔ آپ نے روحانیت و عرفانیت سے ملوا یے ما حل میں بچپن اور غنفوں ان شباب کی منزلیں طے کیں جہاں علم و فضل اور زہد و تقوہ کا چشمہ جاری بہہ رہا تھا۔ آپ دادیہاں اور نائیہاں دونوں ہی طرف سے فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوة الصغراء نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے صفوی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جس خاندان میں بڑے بڑے شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت اور علوم و فنون کی شخصیات نے جنم لیا تھا۔ ایسے دینی، اسلامی اور روحانی ما حل نے حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی کو بچپن ہی سے خوب نکھارا اور کنڈن بنادیا۔

آسمان عینک لگا کر مہر و مہ کی دیکھ لے
جلوہ انوار حق ہے صحیح و شامِ بلگرام
قہا ”بما استحببت بلده“ کا پاسخ بالکرام
مرکبِ دین میں ٹھہرا یہ نامِ بلگرام
یادگارِ اب تک ہیں اس گل کی بہارِ فیض کے
خندہ ہائے گل رُخان و لالہ قامِ بلگرام
لائی ہے اس آقا بے دیں کی تحولیل جلیل
ساغرِ مارہرہ میں صہباے جامِ بلگرام
مغل بادشاہ اکبر کے عہد سے بلگرام شریف کی مذہبی و دینی اور علمی و ادبی خدمات
کا پوری دنیا میں طوطی بول رہا ہے۔ یہاں کے علماء صلحاء، فقہاء و صوفیہ، حکماء کملاء اور شعراء و ادباء کی
خدماتِ جلیلہ کا ایک جہاں مترف ہے۔ انھیں بلند پایا شخصیات میں ایک قد آور اور مایہ ناز نام
حضرت حسان الہند علامہ میر غلام علی آزاد چشتی وسطی بلگرامی قدس سرہ کا بھی ہے۔

نام و نسب اور والدین

حضرت حسان الہند علامہ غلام علی آزاد چشتی وسطی بلگرامی قدس سرہ نبأ حسینی، اصلہ وسطی، مذہبی حنفی، مشربی چشتی اور مولدہ و مسأہ بلگرامی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کی مشہور علمی و رحمانی شخصیت حضرت سید نوح حسینی بلگرامی کے جلیل القدر فرزند ہیں۔ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی کے والدِ گرامی تقوہ او پر ہیرگاری اور استقامت فی الدین میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی کی والدہ ماجدہ حضرت میر سید عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ بن سید احمد قدس سرہ کی دختر بیک اختر تھیں، آپ قائم اللیل اور صائم النہار خاتون تھیں۔ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی شجرہ نسب اس طرح ہے۔

پدری شجرہ نسب: علامہ غلام علی آزاد بن سید نوح بن سید فیروز بن سید خداداد بن سید امان اللہ

بارکیاں اور دلائل سے متعلق بھرپور استفادہ کیا۔ اس ضمن میں علامہ آزاد نے ”ماڑالکرام“ میں خود اپنے تذکرے میں رقم طراز ہیں کہ:

” مدینہ منورہ علیہ التحیۃ والثناء میں شیخنا و استاذنا مولانا شیخ محمد حیات سندی مدنی حنفی قدس سرہ کی خدمت میں بخاری کی قراءت کی اور صحابہ ستہ اور مولانا کی تمام مفردات کی اجازت بھی حاصل کی۔“ (ص ۲۳۱)

اساتذہ کی عنایتیں

حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی نے جن جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا انہوں نے آپ پر بے انہا شفقت و محبت یافی فرمائی۔ دراصل خود علامہ آزاد اپنے اساتذہ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے اور آپ کو علوم و فنون کی تحصیل میں جو گلن اور دل جسپی تھی اس کے سبب بھی آپ اپنے اساتذہ کے منظورِ نظر تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت میر سید محمد طفیل بلگرامی قدس سرہ آپ سے بے پناہ محبت اور خاص عنایت فرماتے تھے۔ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی اور آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی حضرت علامہ میر سید محمد یوسف قدس سرہ ہم دونوں ہی ہم سبق تھے، ان دونوں خالہ زاد بھائیوں سے اساتذہ کی شفقتیں اور مجتیش نیزاں حضرات کا پہنچ اساتذہ کے تینیں احترام و عقیدت کے جذبات فی زمانہ مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔

علامہ آزاد نے مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب طنطاوی قدس سرہ (م ۷۱۱۵ھ) سے بھی علم دین حاصل کیا جب آپ نے حضرت طنطاوی قدس سرہ کی بارگاہ میں اپنا تخلص ”آزاد“ پیش کیا تو حضرت نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”نیسا بدی! انت من عتقاء اللہ تعالیٰ“ یعنی اے میرے آقا! آپ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ خاص بندوں میں سے ہیں۔ (ماڑالکرام ص ۲۶۱)

استاذِ محترم کی اس عنایت خسروانہ پر علامہ آزاد نے یوں اظہارِ خیال کیا کہ:

”شیخ قدس سرہ کی اس مبارک عطا سے جو اس گرفتار کے بارے میں زبان مبارک سے نکلی بہت امیدیں آخرت میں رکھتا ہے۔“ (ماڑالکرام ص ۲۶۱)

تعلیم و تربیت

علوم و فنون کے مرکزی شہر بلگرام سے تعلق رکھنے والے اس عظیم فرزند نے زیادہ تر اپنے خاندانی علماء اولیا کی آنکوش میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اپنے عہد کے مشہور و معروف اور قبل استاذ، عالم جلیل حضرت علامہ سید طفیل محمد ابن شکر اللہ حسین اترولوی ثم بلگرامی علیہم الرحمہ (م ۱۱۱۵ھ) سے بھی علامہ آزاد بلگرامی نے درسیات کی جملہ مفہومات و معموقات کی کتابیں پڑھیں۔ اور اپنے نانا حضرت علامہ سید عبدالجلیل ابن سید میر احمد حسین وسطی بلگرامی علیہم الرحمہ سے لفت و سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) احادیث طیبہ کی اسناد اور عربی و فارسی کے اشعار کا درس لیا۔ آپ سے حدیث ”المسلسل بالاولیة“ اور حدیث ”الأسودین التمرو والماء“ سماحت کی، اس درس میں آپ کے خالہ زاد بھائی علامہ میر سید یوسف قدس سرہ (ولادت ۱۱۱۶ھ) بھی آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ چنان چاپی کتاب ”ماڑالکرام“ میں نانا حضور علامہ سید میر عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ آزاد لکھتے ہیں کہ :

”بندہ اور میر محمد یوسف کہ ہم دونوں حضور کے حقیقی نواسے ہیں، شرف تلمذ سے سعادت اندوز ہوئے اور دونوں نے سنید حدیث بالاولیہ اور حدیث الاسودین اور اکثر تسبیح احادیث کی اجازت حاصل کیں۔“ (۲۲۷)

اسی طرح فتن شاعری کی بارکیاں، عروض و قوانی اور کچھ دیگر ادبی علوم و فنون اپنے اموال محترم حضرت سید محمد ابن سید عبدالجلیل بلگرامی (ولادت ۱۱۰۱ھ) سے حاصل کیے۔ علاوه ازیں جب حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی ۱۱۱۵ھ میں رجح بیت اللہ اور زیارتی روضۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینۃ طیبہ تشریف لے گئے۔ تب مدینۃ طیبہ میں حضرت شیخ محمد حیات سندی مدنی قدس سرہ (م ۱۱۲۳ھ) سے بخاری شریف کا درس لیا اور صحابہ ستہ کی اجازت لی۔ اور حضرت شیخ عبدالوہاب طنطاوی قدس سرہ (م ۷۱۱۵ھ) کی فیض بخش صحبت بھی آپ کو میر آئی۔ ان سے علامہ آزاد بلگرامی نے فتن حدیث اور اصول حدیث کی

سید العارفین حضرت علامہ شاہ سید لطیف اللہ شاہ عرف لدھا بلگرامی کی شخصیت شریعت و طریقت کے رازوں کا سرچشمہ تھی۔ آپ کو اپنے زمانے کے علماء مشائخ اور صوفیہ کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ بڑے بڑے فضلاً آپ کی روحانی و عرفانی تربیت پر فخر کیا کرتے اور شرافت بیعت حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ فضل اللہ کا پیوی تدرس سرہ نے بھی آپ سے ایک مدت تک اکتساب فیض کیا اور خانقاہ مارہرہ مطہرہ کی عظیم روحانی و علمی شخصیت حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی و پیغمبری مارہری قدم سرہ نے بھی حضرت سید العارفین قدس سرہ سے تربیت پائی اور اجازت حاصل کی۔

سیر و سیاحت

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (مولانا آزاد بیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد) کے مطابق علامہ آزاد بلگرامی کے بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ نے بلگرام میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے دہلی کا قصد کیا تھا۔ لیکن وہاں انہوں نے کیا پڑھا اور کس سے پڑھاں ضمن میں سوانح نگاروں کی زبانیں خاموش ہیں۔ بہر حال! تعلیم سے مکمل فراغت کے بعد اپنے ماموں حضرت سید محمد بلگرامی کے بلانے پر آپ نے سندھ کا سفر اختیار فرمایا، جہاں علامہ آزاد کے ماموں ایک سرکاری منصب پر فائز تھے۔ آپ کے وہاں پہنچنے پر ان کے ماموں نے انھیں اپنا قائم مقام بنانے کر بلگرام واپس آگئے جہاں وہ چار سال تک مقیم رہے۔ اس دوران علامہ آزاد نے ان کی تمام تر ذمہ داریوں کو بہ حسن و خوبی نجحا یا۔ سندھ سے جب علامہ آزاد نے واپسی اختیار فرمائی تو انھیں دہلی میں یہ اطلاع ملی کہ ان کا خاندان عارضی طور پر اللہ آباد میں قیام پذیر ہے تو انہوں نے دہلی سے اللہ آباد کا سفر کیا اور وہاں کچھ عرصہ مقیم بھی رہے۔

سفرِ حج و زیارتِ حر میں شریفین

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہیں بچپن ہی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرافت حاصل ہو چکا تھا۔ تب سے ہی

اسی طرح علامہ آزاد بلگرامی اپنے استاذ نانا حضور حضرت علامہ میر سید عبدالجلیل بن سید احمد قدس سرہم کی عنایتوں اور نوازوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

”رقم الحروف آں جناب کا حقیقی نواسا ہے اور اس آفتاب سے بھیک مانگنے والا ایک ذرہ ہے۔ مجھ ناچیز کے حال پر بہت مہربان تھے۔ دارالخلافہ شاہ جہاں آباد کی ملزمت کے زمانے میں دوبار فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تمہارے وجود کے لیے کوئی نشانی مجھ سے باقی رہے۔“ (ماڑا لکرام ص ۳۹۲)

علامہ آزاد سے ان اساتذہ نے مجھبیں کیں آپ نے اپنی اکثر تصانیف میں ان کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی بعض اساتذہ کے لیے عربی میں شان دار مدحیہ قصائد بھی ارقام فرمائے ہیں۔ یہ تصائد شعرو را دب کا گنجینہ ہونے کے ساتھ اپنے مددوں سے سچی محبت و عقیدت کا اظہار یہ ہیں۔ نانا جان میر سید عبدالجلیل بن سید احمد بلگرامی کی شان میں لکھے گئے قصیدے کے بارے میں مولانا سید مصطفیٰ سورتی فرماتے ہیں کہ: ”یہ قصیدہ حق رکھتا ہے کہ اس پر شک کیا جائے۔“ (ماڑا لکرام ص ۳۹۲)

بیعت و خلافت

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی جس عالی نسب خاندان کے چشم و چاغ تھے اس کی میدانِ تصوف میں خدمات اظہر میں انتہمیں ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے تصوف و روحانیت اور معرفت و طریقت سے گہرا گا و تھا۔ آپ کم عمری ہی سے ذکر و فکر اور تذکیرہ و مجاہدہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔

تصوف و معرفت کی اسی تبلیغی کو بھانے کے لیے آپ نے تصوف کے دو مشہور سلاسل پشتیہ و قادریہ کے حسین سنگم شیخ کامل سید العارفین سندھا کالیں حضرت علامہ شاہ سید لطیف اللہ شاہ عرف لدھا بلگرامی نور اللہ مرقدہ (م ۱۱۳۳ھ) کے دستِ حق پرست پر ۷۱۱۳ھ میں بیعت ہو کر سلسلہ پشتیہ و قادریہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت شیخ لدھا قدس سرہ کی جانب سے سلسلے کی اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تھے کئی منزلوں تک، ان کی تلاش جاری رہی، لیکن علامہ آزاد کونہ مٹا تھا وہ نہ ملے۔ بالآخر میر سید غلام حسین درمیان ہی سے واپس آگئے۔ علامہ آزاد نے بے خودی اور بے تابی کے عالم میں جو یہ مبارک سفر اختیار فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوب مدد کی۔ آپ نے خود اپنے اس سفر کی رواداد لکھی ہے، سفر میں پیش آنے والے حالات و واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ یہ رواداد عربی و فارسی نشر و نظم دونوں میں ہے، آپ نے اپنے سفر نامے کو بڑے ہی مؤثر، دل پذیر، رقت انگیز اسلوب اور خوب صورت پیرایہ بیان میں رقم کیا ہے جو بہت خاصے کی چیز ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی مشہور تصنیف ”سبجۃ المرجان فی تاریخ ہندوستان“ میں جو اپنی خود نوشت سوانح تحریر کی ہے اس میں بھی سفرِ حریم شریفین کا حصہ ہی غالب ہے۔ فارسی میں ”طسم اعظم“ کے نام سے آپ کی ایک طویل مثنوی ہے جو خاص اس مبارک و مسعود سفر کے احوال و آثار پر مشتمل ہے۔ اور یہی عنوان اس سفر کا مادہ تاریخ بھی ہے۔ عربی و فارسی کے متعدد تصانیف میں بھی آپ نے اپنے اس جذب و شوق کا والہانہ اظہار کیا ہے۔

مالوہ میں آمد

سفرِ حریم کے لیے جب حسان الہند حضرت علامہ غلام علی آزاد بلگرائی علیہ الرحمہ وطن سے نکلے تو راستے کے مصائب و آلام اور تکالیف سے دوچار ہوتے ہوئے مالوہ پہنچ آپ کے پیروں میں آبلے پڑھکے تھے۔ چنانچہ اس کا ذکر اپنے فارسی تصدیقے میں اس طرح نظم کیا ہے۔

می بریدم رہے بہ پائی
با رفیقہ کہ بود تہائی

جب آپ مالوہ پہنچے تو وہاں نواب آصف جاہ ایک اہم ہم کے سلسلے میں موجود تھا۔ ان کے ساتھ ان کا لشکر بھی تھا۔ آپ کو دیکھ کر ہی یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ ایک طویل سفر طے کر کے آرہے ہیں۔ نواب آصف جاہ کے سپاہیوں نے آپ کی خوب مہمان نوازی کی۔

جب آپ کی نواب آصف جاہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے باوجود بڑی شان استغنا کے نواب کی شان میں یہ ربائی کی۔

علامہ آزاد مکہ معظمه اور روضہ رسول کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بے تاب و بے قرار رہا کرتے تھے کہ کسی طرح پر پرواہ مل جائے اور اڑ کر یہ غلام و شید امکہ معظمه اور بارگاہ و رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جائے، اس سلسلے میں خود علامہ آزاد نے یوں روشنی ڈالی ہے :

”اس جلوہ احمدی کے شیدا اور فتنا ک محدث مسیحی کے شکار نے کم سنی ہی میں ایک خواب دیکھا کہ مکہ معظمه زادہ اللہ تعظیماً میں حاضر ہوں اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی ایک محراب میں کھڑے ہیں۔ فقیر نے حضور میں حاضری دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب توجہ فرمائی اور مسکراتے ہوں سے چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ اب تک وہ جمالِ جہاں آرائیں طور پر تبسم مبارک کی چک دک میری نگاہوں میں ہے، اسی وقت سے جب بھی یہ خواب یاد آتا ہے تو شوق کی زنجیر ہلا جاتا ہے۔“ (ماڑا لکرام ص ۲۳۲)

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تبسم کی یادِ زیارتِ حریم شریفین کے لیے شوق اور تریپ کو بڑھاتی رہیں۔ جب حسان الہند علامہ آزاد بلگرائی میں صبر و قرار کی تاب نہ رہی تو اس عاشق و شیدا پر رحمت رب اور عنایت رسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) ہوئی گئی اور رجب البر جب پروز پیر ۱۱۵۰ھ مطابق به عدد ”سفرِ خیر“ پیدل اور تھا آپ گھر سے کوچہ جانان صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر کچھ سماں سفر لیے چل پڑے۔ آپ نے اپنے اس عزم بال مجرم کی کسی کو مطلق خربجی نہ ہونے دی اور دیواری گئی شوق کے مارے سوے حرم کل پڑے۔ لیکن آپ کا یہ جوش بے ہوش نہیں تھا بلکہ کہ یہ جوش باہوش تھا۔ آپ نے مشہور و معروف شاہراہوں کے بجائے غیر معروف راستوں صحراؤں اور بیابانوں کا انتخاب کیا تاکہ کوئی ان کی راہ محبت میں رکاوٹ نہ بن جائے اور ایسا ہی ہو گیا جب آپ کے گھروالوں کو اس بات کا علم ہوا کہ آزاد تن تھا اور بے سر و سامانی کے عالم میں عازم حج بیت اللہ ہوئے ہیں تو ان کے بھائی میر سید غلام حسین ان کی تلاش میں نکلے، لیکن وہ ان ہی راستوں پر چل رہے تھے جو حج کے مشہور راستے

مقدسہ کارستہ لیا۔ چھپیوں صفر کے میں اسی تاریخ میں پردة عدم سے شہرستانِ حستی میں ظاہر ہوا تھا۔ اور قدم چھتیوں منزل میں رکھ چکا تھا۔ صح کے وقت مدینہ منورہ کے گرد نواح کے نظارے کو آنکھوں کا سرمہ بنایا، آرزو مند آنکھوں کو روضہ القدس کے قبے پر للا۔“

علامہ آزاد علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضائل میں نہایت شان دار بہاریہ نقیۃ غزل قلم بند فرمائی، جس کا مطلع ہے ۔

نمود جلوہ اعجاز شمع مطبلی
نہ ماند شوخي چشم شرار بولبی

فارسی کے علاوہ عربی میں آپ نے ایک قصیدہ تحریر فرمایا۔ جو ”تسلیہ فواد فی قصائد آزاد“ میں درج ہے۔ یہ قصیدہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تین آپ کی بے پناہ اور والہانہ محبت و وارثتگی کا آئینہ دار ہے۔ بارگاہِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی بے تاب تمباوں اور بے چین آرزوؤں کا اظہار کرتے ہوئے علامہ آزاد نے یوں عرض کیا ہے ۔

قد جنت با بک خاشعا متفرعا
مالی و راک کاشف الضراء
احسن الی ضیف بیاک واقف
شان الکرام ضیافت الغراء

بچپن ہی سے حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کے دل میں اپنے جدِ علیٰ نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدس آستانے پر حاضری کے لیے بے چین اور بے قرار تھے، آج آپ کی دلی مراد برائی تھی دل تھا جو عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ڈوبا جا رہا تھا، آنکھیں تھیں جو دیا پاک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اٹک ریز تھیں۔ حضرت علامہ آزاد علیہ الرحمہ کمل آٹھ مہینے تک بارگاہ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کیا۔ سبیں علامہ آزاد نے شیخ محمد حیات سندھی ثم مدینی سے درس حدیث لیا تھا اور تمام مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی مدینہ منورہ میں اتنے طویل قیام کے بعد بھی

اے حامی دیں محیطِ جود و احسان
حق داد ترا خطابِ آصف جہاں
او تحنت بدرگاہ سلیمان آورد
خوآل نبی را به در کعبہ رسان

یعنی: اے دین کے حامی بخشش اور احسان کا سمندر حق تعالیٰ نے آپ کو آصف جہاں کا لائق خطاب عطا فرمایا۔ وہ آصف سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں بلقیس کا تحنت لایا تھا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو کعبہ کے دروازے تک پہنچا دو۔

چنان چنواب صاحب نے آپ کے لیے زادراہ اور تھنہ نما سواری کا انتظام کیا۔ چنان چوہ رتح بھی آپ کو بہت کام آیا جس کا ذکر قصیدے میں یوں کیا ہے ۔
رُت لباسِ خوشِ الوان
راہ رفتے بسانِ تحنتِ رووال

علامہ آزاد نواب کی شان میں لکھی گئی رباعی کے بارے میں یوں رقم ہیں کہ: ”فتیر نے موزوںِ طبع کے باوجود انیما کی مرح میں پوری عمر کبھی زبان نہیں کھولی صرف یہ رباعی ہے جو سفر بیت اللہ کی استعانت کی خاطر سر زد ہوئی اور دو عربی شعر جو دفتر ثانی میں نواب نظام الدولہ کے ترجمے میں مذکور ہوں گے“، اس امر سے حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی شان استغنا ظاہر ہوتی ہے۔

مالوہ سے رخصت ہو کر حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ محرم الحرام ۱۱۵ھ وجدہ پہنچ گئے۔ حسن اتفاق کہ سلسلہ چشت کہ ایک بزرگ حضرت سید محمد فائز از رالہ آبادی علیہ الرحمہ (م ۱۱۶۲ھ) پہلے سے وہاں موجود تھے۔ دونوں ہم عصر اور ہم مشرب بھی تھے اور ساتھ ساتھ پہلے سے باہم تعارف بھی۔ علامہ آزاد نے عمرہ ادا کیا اور کعبۃ اللہ سے مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: ”چوں کہ مدینہ سکینیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کا شوق جلوہ ریز تھا۔ اس لیے اپنے اوزنبر کی طاقت نہ پا کر ۲۶ محرم الحرام کو روز جمعہ نمازِ جحد کی ادا گئی کے بعد مدینہ

عبدالواہب طنطاوی قدس سرہ (م ۱۱۵۷ھ) کے علم و فضل سے خاص حصہ پایا۔ جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گذرا۔ ایک مرتبہ دورانِ کلام علامہ آزاد بلگرامی نے حضرت شیخ طنطاوی قدس سرہ کو اپنا تخلص ”آزاد“ بتایا۔ چون کہ یہ اردو کا لفظ تھا اس لیے اس کا معنی بھی واضح کیا تو شیخ طنطاوی قدس سرہ نے برجستہ فرمایا: ”یا سیدی ان من عتقاء اللہ“ یعنی جناب آپ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ شیخ محترم کی زبان فیض ترجمان سے لکھ ہوئے اس جملے کو علامہ آزاد بلگرامی نے اپنے لیے خوشخبری اور نیک فال تصور کیا اور اپنے اس تخلص پر تائیرناز کرتے رہے۔

اس دوران علامہ آزاد علیہ الرحمہ نے طائف کا سفر بھی کیا اور حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مزارِ مقدس کی زیارت سے شاد کام ہوئے، یہاں قیام کیا اور خوب خوب روحانی و عرفانی فیوض و سعادت سے بہر و رہوئے۔ علامہ آزاد نے اس مقام پر جو اشعار پیش فرمائے ان میں سے دو شعر نشان خاطر کریں ۔

اے صبا رو به مزار پیر عم نبی
خاک آں رو پھ کم از عنبر تر نشانی
کرده ام خوب تماشا چمن طائف را
زسد پیچ گل او به گل عباسی

ماہِ ربیع الآخر کے آخر میں تین بار طواف و داع فرمایا اور ۳۰ جمادی الاولی ۱۱۵۲ھ کو جدہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ ۸ روز بعد راستے میں ”خا“ کی بندرگاہ آئی جہاں آپ کا جہاز انگر اندماز ہوا۔ آپ نے یہاں کی سیر فرمائی۔ یہیں سلسلہ شاذیہ کے باñی حضرت شیخ ابو الحسن شاذی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۶۵۶ھ) کا مزار پر انوار ہے۔ حسان الہند حضرت علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ نے موقع غنیمت جانا اور وہاں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی فرمائی۔ ۲۹ جمادی الاولی ۱۱۵۲ھ کو جہاز سورت کی بندرگاہ پر پہنچا۔ اس طرح آپ کا یہ مقدس روحانی و عرفانی سفر مکمل ہوا۔ ”سفر بخیز“ سے آپ نے اس سفر کا تاریخی مادہ استخراج فرمایا۔

آسودگی میسر نہ آئی اور جب حج کا موسم آیا تو ۲۶ رشوال المکرم کو سرکار اپدی قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے ادا بیگی حج کی اجازت لینے کے لیے مواجہہ شریف کے حضور آکر پوں عرض کیا ۔

علیک سلام اللہ یا اشرف الورثی
لقد سال دعی فراق فایما
و ما انا کنت كالذی جاء منھلا
فذاق ولكن عاد ظلمان باکیا

علاوه ازیں عربی کی جن قصائد میں انھوں نے اپنے جذب و شوق کو نظم فرمایا ان میں سے چند اشعار نشان خاطر فرمائیں ۔

هاج البکاء الی منازل رحمة
مسقیة بالدیمة اهطلاع
مالاح من نحو الابرق بارق
الا واذکی النار في احتشائی
وجلست في كمید على بعد المدى
شنان بين الهند والزوراء
لو كنت اخبار جيرق وعشيرتي
لترجموا بيني و بين رجائی
او لا اعانته جذبة نبوية
اصبحت في يدهم من الاسراء

بارگاہ رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور ۲۶ رشوال المکرم کو مکہ مکرمہ پہنچے ارکانِ حج بجالائے۔ ”عملِ اعظم“ اداے حج کی تاریخ ہے حج کے بعد مکہ مکرمہ میں کئی ماہ قیام کیا اور تمام تاریخی مقدس مقامات کی زیارت کی۔ دنیا بھر سے تشریف لائے ہوئے علماء و مشائخ سے ملاقات فرمائی۔ ان کی بابرکت صحبوں سے استساب فیض کیا۔ خصوصاً حضرت شیخ

استعمال کرنے سے بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔
حضرت علامہ سید میر غلام علی آزاد بلگرائی قدس سرہ کے مزار شریف کے سرہانے یہ
عبارت نقش ہے:

هوالحق القیوم
حسان الہند غلام علی آزاد حسینی واطی بلگرائی
”آہ غلام علی آزاد“
وفات: ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

عرسِ حسان الہند

حضرت علامہ غلام علی آزاد بلگرائی قدس سرہ کی مزار پر انوار سے متعلق بیش تر مورخین اور علماء مشائخ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ کا مزار علاقہ دکن میں کہیں واقع ہے، حتی طور پر لوگ اس بات سے ناہد تھے کہ آپ کی آخری آرام گاہ ”سوی بھنجن، خلد آباد شریف“ میں ہے۔ ۱۹۶۷ء میں شہزادہ خاندان برکات حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ سید میاں مار ہروی قدس سرہ مالیگاؤں تشریف لائے، یہاں سے آپ جانہ اپنے تبلیغ و دعویٰ دورے پر گئے۔ جانہ سے واپسی پر اور نگ آباد اور خلد آباد زیارت کے لیے آئے، جب آپ نے علامہ آزاد بلگرائی قدس سرہ کے مزار پاک کی زیارت کی اور تربتِ خاکی پر لگی ہوئی تختی کو ملاحظہ کیا تو رونے لگے اور حاضرین کو بتایا کہ یہ ہمارے خاندان کی ایک جلیل القدر تھتی ”حضور حسان الہند علامہ سید میر غلام علی آزاد حسینی واطی بلگرائی“ کا مزار پاک ہے۔ حضور سید العلماء نے جب اس بات کی تصدیق و توثیق کی تو اس موقع پر مجلہ سنت حافظ جبل حسین رضوی تختی علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۳ء) بھی وہاں موجود تھے۔ اس واقعہ کے بعد سے مالیگاؤں کے خوش عقیدہ مسلمان علامہ آزاد بلگرائی کے آستانے پر جا کر خصوصاً فیوض حاصل کیا کرتے ہیں۔ کیوں کہ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی مزار پر دعا میں بھی قبول ہوتی ہیں، خود رسم کو بھی اس کا

دکن میں قیام اور وصالِ پُر ملال

علامہ آزاد جدہ سے جمادی الاولی ۱۱۵۲ھ میں سورت کے راستے ہندوستان واپس آئے۔ جہاں سے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ دکن تشریف لائے تو نظام آصف جاہ حیدر آبادی نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور اپنے ہم راہ دیا رکن کے مختلف مقامات کی سیر کرائی۔ بالآخر ۱۱۶۹ھ میں آپ اور نگ آباد شہر آئے اور یہاں ”روضہ“ نامی علاقے میں قیام کیا جسے اب ”خلد آباد“ کہا جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ (روضہ) خلد آباد شریف میں آپ نے سلطان المشائخ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ (م ۱۷۲۵ھ) کے خلیفہ صاحب فواد الغواد حضرت مولانا نجم الدین امیر حسن علاس بخاری قدس سرہ (۱۷۲۳ھ) کی مزار پاک کے احاطہ واقع ”سوی بھنجن، خلد آباد شریف“ میں مستقل سکونت اختیار کر لی، حتیٰ کہ آپ نے اپنی آخری آرام گاہ کے لیے بھی پر ایک قطعہ اراضی بھی خرید لی اور اس کا نام ”عاقبت خانہ“ رکھا۔

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ / ۱۷۸۵ھ کو آپ اپنے مالک حقیقی سے جاٹے۔ ان اللہ وانا الیه راجعون۔ آپ کی مدفنین اسی مذکورہ زمین میں ہوئی جسے آپ نے خرید کر اس کے گرد چہار دیواری اٹھوائی تھی۔

مزارِ پُر انوار

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرائی کا مزار پر انوار آج بھی سوی بھنجن، خلد آباد شریف، ضلع اور نگ آباد (مہاراشٹر) میں ایک نہایت پُر فضا اور پُر سکون مقام پر مردی خلائق ہے۔ لوگ بتاتے ہیں کہ علامہ آزاد بلگرائی نے یہاں پر ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ آپ کا مزار جس احاطے میں ہے اس میں حضرت مولانا نجم الدین امیر حسن علاس بخاری قدس سرہ مدفون ہیں آپ کے بازو میں آپ کی کتابیں فن کی گئی ہیں۔ حضرت امیر حسن قدس سرہ کی مزارِ قدس کی چوکھت پر شکر کھی جاتی ہے اور پھر اٹھائی جاتی ہے اسے کندڑ ہن اور لکنٹ زدہ کو

کئی مرتبہ تجوید ہو چکا ہے۔

یوں تو ہر سال حضرت مولانا حمّم الدین امیر حسن علاسخجر قدس سرہ کا عرس منعقد ہوتا ہی
تھا، اور حضرت علامہ آزاد بلگرامی کی سالانہ فاتحہ وہاں کے بجا و حضرات کر لیا کرتے تھے۔ لیکن
حضرت حسان الہند قدس سرہ کے عرس کی علاحدہ سے کوئی مغلی یا تقریب نہیں ہوتی تھی۔ اس
ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے باضابطہ آپ کے عرس مقدس کی تقریبات کا آغاز آل انڈیا سنی
جمعیۃ العلماء شاخ مالیگاؤں کی سرپرستی میں مجلس برکات رضا مالیگاؤں کے عقیدت مندار اکین
نے ۲۰۰۱ء سے کیا۔ تب سے ہر سال شرعی اصولوں کی مکمل پاس داری کے ساتھ آپ کا عرس
نہایت تزک و احتشام اور نظم و ضبط کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عرس میں علماء اہل سنت کے
نورانی و عرفانی خطابات، نعت خوانی، صلاة و سلام، شجرہ خوانی دعا اور لنگر وغیرہ کا انتظام
مالیگاؤں کے احباب ہی کیا کرتے ہیں۔ عرس میں شرکت کرنے والے زائرین بھی زیادہ تر
مالیگاؤں کے ہی ہوتے ہیں ویسے ادھر چند سالوں سے اورنگ آباد، بھیونڈی، ناسک، دھولیہ
اور جل گاؤں وغیرہ شہروں سے بھی اہلی عقیدت و محبت کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع ہو جاتی
ہے۔ عرس کے تمام تر انتظامات آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء شاخ مالیگاؤں کی سرپرستی میں مجلس
برکات رضا کے اراکین کرتے ہیں۔

اولاً دو امداد

حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ نے سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ پر عمل
کرتے ہوئے نکاح فرمایا۔ علامہ آزاد کے صرف ایک فرزند حضرت سید نور الحسین علیہ الرحمہ
تھے۔ اور ان کے بھی صرف ایک ہی بیٹے حضرت مفتی امیر حیدر علیہ الرحمہ ہوئے۔ مفتی صاحب کی
تین اولادیں ہوئیں۔ ایک صاحب زادی جو حضرت ابو محمد بن ابو تراب کو منسوب ہوئیں۔ اور
دوسری دختر حضرت آل حسن بن دربان علیٰ کو منسوب ہوئیں اور ایک صاحب زادے حضرت امیر
حسن علیہ الرحمہ تھے جو لا ولد وصال فرمائے۔ اس طرح علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی نسل زیرینہ
پوتے پرجا کر ختم ہو گئی۔

درس و تدریس اور تلامذہ

حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی تعلیم و تدریس میں بس
فرمائی۔ آپ کے علم و فضل سے بے شمار لوگوں نے اتنا سب فیض کیا۔ لیکن مواد کی عدم دستیابی سے
 حتی طور پر آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان کے نام نہیں بتائے جاسکتے۔ البتہ آپ کے بعض سوانح
 نگاروں نے آپ کے جن شاگردوں کا ذکر کیا ہے اُن میں میر عبدالقدار مہربان اور نگ آبادی،
 عبد الوہاب افخار دولت آبادی، مصنف تذکرہ بنے ظیر، پچھی زرائن شفیق صاحب گلی رعناء، اور ضیاء
 الدین پروانہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اخلاق و عادات

سید العارفین حضرت علامہ شاہ سید لطیف اللہ شاہ عرف لدھا بلگرامی جیسے عظیم المرتب
وی کامل اور مرشد برق کے فیض محبت اثر اور نگاہ کیمیا اثر نے حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی کی
شخصیت کو خوب نکھارا اور سنوارا۔

خاندان بوت سے تعلق رکھنے والے علامہ آزاد بلگرامی یوں تو بچپن ہی سے نیک
سیرت اور اچھے اخلاق و عادات کا مجموعہ تھے۔ جید اساتذہ، علامو مشائخ، فقہا و صوفیہ اور
با شخصیں پیر و مرشد کی تربیت سے آپ ہمیشہ بڑوں کا ادب و احترام کرتے، آپ کا کردار رسول
رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی حسنہ کو پرتو تھا۔ آپ فقر و تصوف کے پوشیدہ رازوں سے
واقف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا دل یادِ الہی کا گنجینہ بن گیا تھا۔ آپ کا کوئی لمحہ ذکرِ الہی سے
غفلت میں نہ گزرتا۔ آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اولیا
کامیں اور صوفیاے عظام سے بھی محبت فرماتے تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت
سید العارفین کے حکم کے مطابق آپ نے تادمِ حیات تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف اور خدمتِ خلق
میں اپنے آپ کو مصروف رکھا۔

شانِ استغنا

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی صرف چشتی نسبت نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنیاء
عادات و اطوار اور اخلاق و کردار میں سرتاپا حقیقی چشتی نگ میں رنگے ہوئے تھے۔ وہ صوفیاے

تصنیفات

علامہ آزاد بلگرامی کی عربی و فارسی میں بہت سی شعری و نثری کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اردو کے بعض اعمال بھی آپ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ سکی۔ لیکن یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپ نے اپنے (ہندو) میں کچھ لکھا ہوا یا کہا ہو۔ کیوں کہ یہ آپ کی خاندانی روایت اور طبیعت دونوں سے ہم آہنگ ہے۔ آپ کی تصانیف میں درج ذیل شعری و نثری اثاثے اپنی اہمیت اور عظمت کے اعتبار سے بلند پایا ہیں۔ جن کے مطالعہ سے آپ کی گراں قدر علمی شخصیت کا کماحتہ عرفان کیا جاسکتا ہے۔

فارسی: حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ کی فارسی کتب میں:

- ☆ آثار اکرام تاریخ بلگرام (دیڑھ سو سے زائد علماء مشائخ بلگرام کا تذکرہ، اس میں چندغیر بلگرامی حضرات کا بھی ضمناً ذکر ہے)
- ☆ خزانۃ عامرہ (تقریباً ۱۳۵ شعراء فارسی کا تذکرہ)
- ☆ سرو آزاد (فارسی و ہندوی شعراء کا تذکرہ)
- ☆ روضۃ الاولیاء (خلد آباد شریف، اورنگ آباد، دکن میں آرام فرماء ولیاء کرام کا تذکرہ)
- ☆ غیرہ مطبوعات ہیں۔ اور:
- ☆ سند العادات فی حسن خاتمة السادات (سیرت و مناقب)
- ☆ غزلان الہند (سبجۃ المرجان کے آکری دو ابواب کا فارسی ترجمہ)
- ☆ پڑ بیضا (فارسی شعراء کی سوانح عمریاں)
- ☆ شجرۃ طیبہ (بلگرام شریف کے سادات و شیوخ کو شجرۃ مبارک)
- ☆ انیش الحقیقین (علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحم کے شیخ اور دوسرے تین صوفیہ کی سیرت)
- ☆ تذکرہ صوبہ داران اودھ، وغیرہ مخطوطات ہیں۔
- ☆ اسی طرح فارسی شاعری میں: ☆ دیوان آزاد
- ☆ بیاض آزاد (ترتیب)

کے زہد و فقر کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ دنیا اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ان کے چاروں طرف بکھری ہوئی تھی لیکن انہوں نے کبھی بھی اس کی طرف نگاہِ اتفاقات نہیں کی۔

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے تعلقات بڑے بڑے امراء سلطنت اور شاہان زمانہ سے رہے۔ لیکن خاندانِ سید محمد دعوة الصغراء کا یہ پروردہ فرزندِ جلیل بھی بھی ان تعلقات اور مراسم کو دنیا طلبی اور حصول منصب و امارت کے لیے استعمال نہ فرمایا۔ بے شمار ایسے موقع آپ کی زندگی میں پیش آئے مگر آپ نے ہمیشہ مسلکِ صوفیہ پر عمل کرتے ہوئے دنیاوی جاہ و منصب کو ٹھکرایا۔ آپ کی شانِ استغنا متعلق بیش تر واقعات و حکایات کتبِ تواریخ میں ملتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک واقعہ خود علامہ آزاد کی زبانی پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا:

”فقیر کو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید خلف نواب آصف جاہ سے عجیب تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا، اور اتنی دوستی آپس میں ہو گئی تھی کہ جس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا۔ جب نواب نظام الدولہ باپ کی رحلت کے بعد مسندِ تولیت پر رونق افروز ہوئے، تو بعض دوستوں نے بتایا کہ اب تو جو رتبہ چوہول سکتا ہے، کوئی عہدہ لے لو اور وقت غنیمت میں نے کہا کہ: ”میں آزاد ہو گیا ہوں، مخلوق کا بندہ نہیں بنوں گا۔“ دنیا نہر طالوت میں پڑی نظر آتی ہے اور اس میں سے صرف ایک چلو حلال ہے اس سے زیادہ حرام اور یہ شعر پڑھا۔“

دریں دیار کہ شاہی بہر گدا بخشید

غنیمت است کہ مارا ہمیں بہ ما بخشید“

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اربابِ اقتدار اور اصحابِ اختیار سے تعلقات و مراسم تو استوار رکھے لیکن تاحیات کبھی بھی اپنی ذاتی غرض ان سے پوری نہ کی بل کہ روابط کا فائدہ خلائقِ خدا کی غم گساری اور دل جوئی میں استعمال کرتے رہے۔ ان کا یہ طرزِ عمل جو سلف صالحین کا نمونہ ہے دو ریاضت کے علماء مشائخ اور فقراء صوفیہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

☆ قصائد آزاد
☆ مشتوى تتمة امواج خيال

☆ مشتوى سر اپاے عشق، وغيرہ قابل ذکر ہیں۔

عربی:

☆ سجحة المرجان فی آثار هندوستان: یہ حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی بہت ہی مشہور تصنیف ہے۔ علامہ آزاد کی حیات ہی میں اس کتاب کو شہرت مل پچھی تھی۔ یہ کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلا فصل میں تفسیر و حدیث میں وارد ہندوستان کے تذکرے کا بیان ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی نے اس موضوع پر پہلے ایک مختصر رسالہ قلم بند فرمایا تھا، جسے بعد میں مزید اضافے کے ساتھ اس کتاب میں ضم کر دیا۔ دوسرا فصل میں ہندوستان کے چند علماء کا تذکرہ ہے۔ تیسرا فصل محسنات کلام کے عنوان پر ہے۔ جب کہ چوتھی فصل عشق و مشوقات اور ان کے انواع و اقسام پر مشتمل ہے، یہ اپنی نوعیت کا بالکل منفرد اور اچھوتا موضوع ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ممبئی سے ۱۸۸۵ھ/۱۳۰۳ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر فضل الرحمن سیوانی ندوی کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوا۔

☆ ضوء الداری شرح صحیح البخاری: صحیح کتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی کتاب الزکاة تک کی شرح ہے۔ جسے حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمہ کی شرح بخاری ”اسداد الساری“ سے تلخیص کی ہے۔ اور بہت سے علمی نکات و فوائد کا اضافہ بھی فرمایا۔ اس اہم کتاب کا قلیلی نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے ”ندوہ لاہوری“ (مجموعہ نور الحسن، نمبر: ۳۶۳) میں موجود ہے۔

☆ تسلیمہ فوادی تصادید آزاد: یہ حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ کی عربی شاعری میں بعض قصائد و مراثی کا مجموعہ ہے اور ساتھ ہی جن شخصیات کے لیے یہ قصائد اور مراثی نظم کیے گئے ہیں ان کے سوانحی خاکے بھی کتاب میں شامل ہیں۔ اس کتاب کا قلیلی نسخہ مسلم یونیورسٹی میں ”آزاد لاہوری“ کے شعبۂ مخطوطات (جوہر میوزیم، اوراق) اور مکتبہ عارف پک مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

حسان الہند لقب

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا کہ علامہ آزاد بلگرامی قدس سرہ نے خلد آباد میں جب مستقل سکونت اختیار کر لی تو تصنیف و تالیف کے کاموں میں مسلسل جائز رہے۔ دراصل آپ کو تحقیق، تفصیل، تصنیف و تالیف اور شعر و ادب سے بے انتہا گاہ و مقام۔ آپ کو عربی و فارسی نظم و نشر پر عالمانہ و فاضلانہ دست رس حاصل تھی۔

نظم نگاری پر تو آپ کو ایسا ملکہ کامل حاصل تھا کہ ایک دن بل کو دن کے ایک حصے میں پورا پورا قصیدہ ارجام فرمادیتے تھے۔ آپ نہ صرف فارسی بلکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے زبان یعنی عربی میں بھی بہت عمده اشعار لکھا کرتے تھے۔ آپ کی زود گوئی اور زدنویسی سے آپ کے معاصر علماء حکماء اور شعراء اور باخثیر رہا کرتے تھے۔ آپ کے نعتیہ تصانیف میں جذبات و خیالات کی سچائی و صداقت کے جو ہر پہاں ہیں، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے پناہ و ارفتگی و شیفتشگی کو دیکھتے ہوئے ایک جہان نے آپ کو ”حسان الہند“ جیسے عظیم المرتبت لقب سے نوازا ہے۔ بقول ڈاکٹر سید علیم اشرف جائی (مولانا آزاد پیشمند یونیورسٹی، حیدر آباد): ”فارسی شاعر خاقانی متوفی ۱۹۸۵ھ/۱۹۹۵ء کو اہل ایران نے اس کی نعتیہ شاعری کے سبب حسان الجم کا لقب دیا، اور آزاد کو اہل ہند نے حسان الہند سے ملقب کیا، اور بلاشبہ خاقانی کے مقابلے میں وہ اس لقب کے زیادہ حق دار ہیں کیوں کہ خاقانی کے برخلاف انہوں نے حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) کی زبان بھی استعمال کی۔“

حسان الہند علامہ آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ ایک عبقری اور فطری فن کار شاعر تھے۔ نازک خیالی، احساسِ جمال، عشق و محبت کے جذبات میں والہانہ سچائی آپ کی شاعری کے خصوصی عناصر ہیں۔ بلطف استعارات اور نادر تشبیہات کے استعمال پر آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ شعری و ادبی محاسن، اور علم بیان و بدلتی میں آپ کو مہارت تامة حاصل ہے۔ اس میں ہندوستان کا کوئی بھی عربی شاعر بلکہ یہاں کی کسی دوسری زبان کا کوئی بھی نعت گو شاعر آپ کے ہم پانہ نہیں ہو سکتا۔

کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور انھیں اپنا استاذِ معنوی بھی قرار دیا ہے ۔

نسجت کابن زہیر بردھۃ
لقد غدا قلم الاستاذ منوی کی
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کا ذکر جمیل اور تعریف و توصیف دنیا کی
تمام زبانوں میں کی جانے والی نعتیہ شاعری کا مشترک اسلوب ہے۔ خصوصاً عربی، فارسی اور اردو
کا شاید ہی کوئی ایسا نعت گو شاعر ہو جس نے سبز گنبد اور سہری جالیوں کو اپنی شاعری کا موضوع نہ
بنایا ہو۔ علامہ آزاد بلگرامی نے بھی روضہ اطہر کی تعریف و توصیف کی اور جو پیرا یہ اظہار اپنا یا اس
میں ایک خاص انفرادیت کا رنگ پایا جاتا ہے ۔

روحی القداء روضۃ قدسیة
مملوۃ بطافت و صفاء
بلغ المغارب و لمشارق ضوکها
ترزو اليها الشّمس كالهبرباء
ما احسن القبر الذي في جده
خير البرية سید البطماء
طوبی طبیۃ حیث ضم ضریحها
جسمان فنسن فوق سبع ساء
ولها شبابک باحسن صنعة
صادت قلوبا من احیل ولاء

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد جسے عاشق مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے موئے قلم سے
نکلی ہوئی مدینۃ طبیۃ کا یہ محبت آمیز اور عقیدت افروز وصف بھی نشان خاطر کریں ۔

سون المدینۃ ما اجل تراجا
تجد البصار فیہ فعل الاشہ
وغبارها الحسوس فوق ہوائہ
کخل اليقین لمقلة المتر دد

وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنی نظموں میں ہندوستانیت کا گہر ارجاؤ کیا۔ ہندی عناصر کو اچھوتے اور الیے انداز میں اپنے شعروں میں جگہ دی۔ عربی شاعری میں ہیئت، صفت اور اچھوتی بھروں کا استعمال کرتے ہوئے جدت و ندرت پیدا کی۔ اپنی عربی شاعری میں آپ نے بھی موضوعات اور صنائع کو خوب صورت اسلوب میں پروکرایک نیا انداز جنم دیا۔ باوجود ان نت نئے تحریفات اور ندرت جدت کے آپ نے قدیم شعر کی اتباع کو ہاتھ سے جانے بھی نہ دیا۔ عرب شعر کی طرح آپ نے بھی محبوب کی منزل اور اس کے آثار و کھنڈرات کے ذکر کے ساتھ اپنے قصائد کا آغاز کیا۔ بلکہ ان شعر سے ایک قدم آگے بڑھ کر وہ اس موضوع کو مستقل صفت بنادیتے ہیں۔ چنانچہ ”الصیدۃ الطلیلۃ“ کے نام سے ان کا ایک قصیدہ ہے جو ابتدأتا انتہا منزل محبوب کے آثار کے ذکر پر مشتمل ہے۔

علامہ آزاد بلگرامی نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی فرمائی لیکن نعت اور غزل ان کا بیانداری میدان ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی غزلیں بھی نعتیہ رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ جسے دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شاعری صرف نعتیہ شاعری سے عبارت ہے۔ اور یہی ان کا اخلاقاً صاف ہے جس کی رو سے بھی وہ خاقانی کے مقابلے میں ”حسان الہند“ جیسے مہتم بالشان لقب کے زیادہ مستحق قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاخوانی کی غیرت نے کبھی یہ گوارنہیں کیا کہ کسی دنیادار کی مدح سرائی کریں۔ ان کی نظر میں نعت گوئی ہی اصل وظیفہ ہے اور نبی کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نگاری کے بعد کسی کی مدح ایسا عیب ہے جو میری شاعری کو بھی عیب دار بنا دیتا ہے ۔

حصلت بالمدح الکریم سعادۃ
ہذا اخص عبادة اشلاء
توصیف غیرک بعد مدحک مشہہ
بیتا تضمن و صمۃ الاقواء
آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی پیروی اختیار

پڑھ رکھا ہے وہ پائے گا کہ آزاد کارو خد زیادہ متحرک، زندگی سے زیادہ بھر پور، زیادہ معنویت کا حامل اور اپنے روحانی پس منظر کے اعتبار سے زیادہ غنی ہے۔

حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ نے اپنے نقیۃ تصانیف میں سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ گوشوں کا بڑی کامیابی کے ساتھ احاطہ کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت سے وصال تک کے احوال و واقعات کو دل نشین پیرا یے میں لظم کیا ہے۔ نعت کے شعری و فقی محاسن اور خوبیوں کا بھرپور لحاظ رکھتے ہوئے مجذبات کا ذکر بھی کیا ہے۔ علامہ آزاد نے نعت کو عقیدت کی ترجیحی کے ساتھ ساتھ شعریت اور ادبیت کے ختن کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ آپ کا شاعر انہ تخلیل اور فکری پرواز اس بلندی تک پہنچا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ جہاں کسی شاعر یا نشرنگار کے طائز فکر و سخن کا گزرنہ ہے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر اس رسالے میں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ورنہ حضرت کی متنوع صفات ذاتی والا مرتبہ کے کارہائے نمایاں پر کئی فحیم کتب بھی ناکافی ثابت ہوں گی۔

اللہ کریم جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو شرف قبول بخشدے۔ اور ہمیں علامہ آزاد کے فیوض سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

ناچیز علامہ پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا اعزاز رکھنے والے رئیس اقلام علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے فرزندِ دل بند حضرت علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی (امریکا) کا ممنون و مشکر ہے کہ آپ نے عدمِ الفرضیت کے باوجود اس رسالہ پر نظر ثانی فرماتے ہوئے اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا۔ اللہ جزا خیر عطا فرمائے (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)
(ڈاکٹر) محمد حسین مشاہد رضوی،

۱۶ جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

سرور نمبر ۳۹، پلاٹ نمبر ۱۳، نیا اسلام پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

موباک: 09420230235

نصب لمن ضل الطريق بسوجها
علم الہدی من اضعیت المشهد
اشجارہا قامت علی ساق الہدی
وطلالہا ماوی الرجال السجد
الماک اطیاق السماء طیورہا
وصفیرہا ذکرالله السرمد
علاوه ازین نبی کو نین کائنات کے مرکز عقیدت بارگاہ رسالت آب صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی عظمت و بزرگی اور رفت و بلندی کی سقدر خوب صورت تصویر کشی کی ہے ۔

سكن الملائک فی حوالظ بیتہ
مشل الحمام فی کوی الجدران
وقعوا کما تقف المشموع بسوہ
ودمومهم فی غاییة الهملان
جلسوا علی بسط الوقار تادبا
نسی الجناح طریقة الطیران

ب قول ڈاکٹر سید علیم اشرف جائی: درج بالا اشعار میں شاعر (حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ) نے ملائکہ کی تین خوبی تصویریں بنائی ہیں: پہلی کبوتروں کی تصویر ہے جو نہایت سکون کی حالت میں دیوار کے روشن دانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، دوسری شمعوں کی تصویر ہے، جن سے حرارت کے سبب شفاف سائل موتویوں کی شکل میں لگاتار گر رہا ہے۔ اور تیسرا تصویر میں فرشتوں کی جماعت ہے جو حالت خشوع و خضوع میں ایسی خوشی اور خود فراموشی کے ساتھ بیٹھی ہے، گویا ان کے پر طریقہ پرواز بھول گئے ہوں۔

عرب دنیا کے مشہور ادیب ڈاکٹر شلقا می عربی رسالے الازہر میں علامہ آزاد کی شعر بصیرت و بصارت اور آپ کے فتنی علوکوں اس طرح خراج تحسین پیش کرتے ہیں:
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے بھی بوصری وغیرہ کے روضہ انور کے وصف کو